فلاحی ریاست کے استحکام میں ٹیکس کا کردار اور عصری تقاضے
(شریعتِ اسلامیہ کے تناظر میں)

Tax Role in Stability of Welfare State and Contemporary Demands in Shari'ah Perspective

*ڈاکٹر محمد ارشد
**ڈاکٹر نسیم محمود

ABSTRACT

Every state needs some revenue to fulfill the livelihood and basic needs of its natives. “Tax Role in Stability of Welfare State and Contemporary Demands in Shariah Perspective” is a topic which deals with the definition of tax and its role in the development of the state. The difference between zakat and tax has also been discussed in the topic. The main focus of the study is to discuss the tax sources other than zakat, as Islam has put much emphasis/stress on fulfilling the needs of the poors. It states that the traders, businessmen, farmers, and other wealthy people must look after the needy and livelihood deprived relatives and other people of the society to provide them with their basic needs, rather than payment of their zakat, usher, ashoor, jizya, and khiraj, etc. Which type of people are bound to pay taxes? What types of taxes can be levied, such as traders, farmers, shiploads, state markets, houses windmills, etc., and what are its main conditions? are the key topics of this study. Main exemptions and tax credits are also the main topics under discussion. All the above-mentioned points have been discussed in accordance with Pakistan tax law ordinance, Islamic teachings, and contemporary demands so that this research can be made applicable for the current scenario to develop the human behavior in Islamic societies and to provide the needy people their livelihood at their doorsteps.

KEY WORDS:

Revenue, Livelihood Deprived, Ushar and Ashoor, State Property, Conditions and Credits.

فلاحی ریاست کے استحکام میں محصولات کو بنیادی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ ایک اسلامی فلاحی ریاست کے استحکام

*پروفیسر، صدر شعبہ علومِ اسلامیہ، گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج، منڈی بہاؤالدین
** اسسٹنٹ پروفیسر، صدر شعبہ علومِ اسلامیہ، گورنمنٹ علامہ اقبال پوسٹ گریجوایٹ کالج، سیالکوٹ

میں زکوٰۃ و عشر، خراج و جزیہ جیسے بنیادی محصولات کے علاوہ دیگر محصولات کی بھی اجازت ہے۔ ان محصولات سے فلاحی ریاست مستحکم ہوتی ہے اور اپنے باشندوں کے جان و مال کی حفاظت کے ساتھ ساتھ ان کو بنیادی سہولیات کی فراہمی میں کوشاں رہتی ہے۔ جو ریاست معاشی طور پر مستحکم نہیں ہوتی اس کی داخلہ و خارجہ پالیسیاں نہ پائیدار ہوتی ہیں اور نہ ہی اپنے ارادوں سے تشکیل پاتی ہیں۔ اس مقالہ میں شریعتِ اسلامیہ کی تناظر میں فلاحی ریاست کے استحکام میں ٹیکس کے کردار اور عصری تقاضوں پر بحث ہو گی۔

ٹیکس کا مفہوم

ٹیکس کے معنی پر غور کرنے سے اس کا مفہوم یوں سامنے آتا ہے:

Tax: money that you have to pay to the Government so that it can pay for public services.[1]

"ٹیکس ایسی رقم کو کہتے ہیں جو تمہیں گورنمنٹ کو ادا کرنا پڑتی ہے تاکہ اسے مفادِ عامہ کے لئے خرچ کیا جا سکے"

انگلش میں Duty, Customs, Tarif, Rates اور Charge جیسے الفاظ ٹیکس وصولی کی مختلف اصطلاحات کے طور پر استعمال ہوتے ہیں لیکن مقصود سب کا ٹیکس ہی ہوتا ہے جبکہ عربی میں اس کے لئے ضریبۃ کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس کی جمع ضرائب آتی ہے اور ضرائب سے مراد وہ ٹیکس ہیں جو قدرتی آفات، قحط سالی اور جنگ و جدال جیسے حالات میں حکومتِ وقت لگاتی ہے[2]۔ ٹیکس کے مفہوم میں ایک عربی لفظ مکس بھی استعمال ہوتا ہے جس کا مطلب کسی کے ساتھ زیادتی کرتے ہوئے اس کے مال میں کمی کرنا ہے اور یہ ان دراہم کا نام ہے جو سامان بیچنے والوں سے بازاروں میں زمانہ جاہلیت میں وصول کیا جاتا تھا[3]۔ امام نووی کے مطابق اہلِ لغت ثمن میں کمی کے لئے مکالمہ کو مکس سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کا اصل نقص و کمی ہے اس مفہوم میں مکس الظالم کہا جاتا ہے جس سے مراد ایسا شخص ہے جو ان کے مالوں سے وصولی کرتے ہوئے ان کے حق میں کمی کرتا ہے[4]۔ اسی طرح ملا علی قاری امام نووی کے حوالے سے ہی لکھتے ہیں:

أَنَّ الْمَكْسَ مِنْ أَعْظَمِ الذُّنُوبِ وَالْمَعَاصِي الْمُوبِقَاتِ وَذَلِكَ لِكَثْرَةِ مُطَالَبَةِ النَّاسِ وَمَظْلَمَاتِهِمْ عِنْدَهُ لِتَكَرُّرِ ذَلِكَ مِنْهُ، وَأَخْذِ أَمْوَالِ النَّاسِ بِغَيْرِ حَقِّهَا، وَصَرْفِهَا فِي غَيْرِ وَجْهِهَا [5]

"مکس بڑے گناہوں، نافرمانیوں اور ہلاک کرنے والی چیزوں میں سے ہے اور یہ لوگوں سے مطالبات کی کثرت، مسلسل زیادتیوں، لوگوں سے ناحق مال کی وصول اور اس مال کے غلط استعمال کے سبب ہے"

یہی وجہ ہے اس کے بعد ملا علی قاری نے اس کو ظلم کی بدترین شکل قرار دیا ہے کہ اس لئے بدبخت شخص لوگوں کی

تنگی کے وقت جبراً اور غیر شرعی طریقے سے ان کا مال زبردستی چھینتا ہے[6]۔ لہذا ہر ایسا ٹیکس جو ظلم واستبداد کی شکل میں ہو اور غلط انداز میں خرچ کیا جائے وہ مکس کے زمرے میں آتا ہے جس کی احادیث میں سخت مذمت ملتی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

إِنَّ صَاحِبَ الْمَكْسِ فِي النَّارِ[7]

"مکس (ناجائز ٹیکس لینے والا) دوزخی ہے"

اس سے واضح ہوتا ہے کہ ناجائز، زبردستی اور غیر شرعی طریقے لاگو کیا جانے والا ٹیکس اور اس کا غلط استعمال مکس کہلائے گا جس کی احادیث میں مذمت کی گئی ہے وگرنہ زکوٰۃ وعشر کے علاوہ دیگر محصولات کے جواز کے دلائل شریعت میں موجود ہیں لہذا وہ ٹیکس جائز ہے جو فلاحی ریاست کی ضروریات پوری کرنے کے لئے منصفانہ انداز سے وصول کیا جائے اور جس کا مصرف بھی جائز اور عوام الناس کی فلاح پہ مبنی ہو لہذا فلاحی ریاست کے استحکام کے لئے ٹیکسوں کا نفاذ نہ صرف جائز بلکہ بعض حالات میں ضروری بھی ہو جاتا ہے۔ ذیل میں ان معاملات کا قرآن وحدیث کے دلائل کی روشنی میں جائزہ لیا جاتا ہے:

زکوٰۃ کے علاوہ بھی انفاق کا حکم

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید جہاں انفاق فی سبیل اللہ کی بات کی ہے وہاں صرف زکوٰۃ کا ہی تذکرہ نہیں کیا بلکہ اس کے علاوہ بھی کئی معاملاتِ انفاق کو تذکرہ ہے چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ ۚ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَ السَّآىِٕلِيْنَ وَ فِي الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ[8]

"کامل نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنا چہرہ مشرق یا مغرب کی طرف پھیر لو بلکہ کامل نیکی یہ ہے کہ جو شخص اللہ، یومِ آخرت، فرشتوں، کتابوں اور نبیوں پر ایمان لایا اور اس نے اللہ کی محبت میں رشتے داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سوالیوں اور غلاموں کی آزاد پر خرچ کیا اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی"

اس آیت میں زکوٰۃ کا ذکر الگ کیا گیا اور دیگر چھ مدات میں اللہ تعالیٰ کی محبت میں مال خرچ کرنے کا ذکر کیا گیا جو کہ یقیناً زکوٰۃ کے علاوہ ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ ان چھ مدات میں ذوی القربیٰ، یتامیٰ اور سائلین کا تذکرہ ہے جو کہ مصارف زکوٰۃ میں بھی شامل نہیں ہیں مگر اس کے باوجود ان پر مال خرچ کرنے کا حکم ہے اور اس خرچ ان کی فلاح مقصود ہے جو استحکامِ ریاست کی بنیاد ہے۔

مفسرین نے بھی اس آیت سے زکوٰۃ کے علاوہ مالوں میں لوگوں کے دیگر مالی حقوق کا استدلال کیا ہے۔ چنانچہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ سے مراد بعض لوگوں نے زکوٰۃ لی ہے مگر یہ استدلال ضعیف ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ میں واوَ عاطفہ کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر کیا ہے اور معطوف اور معطوف علیہ میں مغایرت شرط ہے اس لئے معلوم ہوا کہ یہاں اللہ کی محبت میں مال خرچ کرنے کا حکم زکوٰۃ کے علاوہ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ زکوٰۃ کے علاوہ مال کا خرچ کرنا یا تو واجب ہوگا یا نفل ہوگا لیکن یہاں نفلی خرچ مراد لینا درست نہیں ہوگا کیونکہ اس آیت کے آخر میں اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ کے الفاظ ہیں جو ظاہر کرتے ہیں کہ یہاں انفاق اگرچہ زکوٰۃ کے علاوہ ہے مگر واجبات میں سے ہے اس لئے کہ یہ حکم انسان کی ضروری حاجات کو پورا کرنے کے لئے ہے جیسے مجبور کو کھانا کھلانا اور یہ ایسا معاملہ جو اس کے وجوب کو ثابت کرتا ہے نہ کہ نفل کو لہذا واجب ہوا کہ لوگ حاجت مندوں کی ضرورت کے مطابق ان کو مال دیں[9]۔ امام قرطبی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> فَقَدْ دَلَّ عَلَى صِحَّتِهِ مَعْنَى مَا فِي الْآيَةِ نَفْسِهَا مِنْ قَوْلِهِ تَعَالَى:" وَأَقامَ الصَّلاةَ وَآتَى الزَّكاةَ" فَذَكَرَ الزَّكَاةَ مَعَ الصَّلَاةِ، وَذَلِكَ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الْمُرَادَ بِقَوْلِهِ:" وَآتَى الْمالَ عَلى حُبِّهِ" لَيْسَ الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ، فَإِنَّ ذَلِكَ كَانَ يَكُونُ تَكْرَارًا، وَاللَّهُ أَعْلَمُ[10]
>
> "پس اس کی صحت پر آیت کا وہی مفہوم دلالت کرتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اور اس نے نماز ادا کی اور زکوٰۃ دی سو زکوٰۃ کا نماز کے ساتھ ذکر کیا اور یہ اس بات کی دلیل ہے اللہ کی محبت میں مال خرچ کرنے سے مراد فرض زکوٰۃ نہیں ہے کیونکہ یہ معنی لینے سے (آیت میں ایک ہی معنی کا) تکرار لازم آتا ہے (واللہ اعلم)"

دورِ جدید کے مفسرین میں محمد رشید رضا[11] اور ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی[12] نے بھی اسی مؤقف کی تائید کی ہے اور واضح کیا ہے کہ یہاں انفاق کا حکم زکوٰۃ کے علاوہ ہے لیکن نفل نہیں بلکہ وجوب کے اعتبار سے ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کے علاوہ قرابت داروں، یتیموں، سوالیوں اور دیگر محتاج افراد پر مال خرچ کرنے کی رغبت دلاتے ہوئے اس کو کامل نیکی کا اہم ذریعہ قرار دیا گیا ہے اسی لئے ایک اسلامی فلاحی ریاست میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی محصولات ہوتے ہیں تاکہ رعایا میں ایسے محتاج افراد کی ضروریات کو پورا کیا جاسکے اور ٹیکسز کو مطلقاً ناجائز قرار دینے سے ایسے افراد کی کفالت کے حکم کو کماحقہ پورا نہیں کیا جاسکتا۔

قرابتداری کے حقوق کی ادائیگی کا حکم

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں رشتہ داروں اور قرابت داروں کے حقوق کی ادائیگی کا حکم دیا ہے اور یہ حق انسان کے مال

کے ساتھ وابستہ کیا ہے لہذا اس ذیل میں فرمایا:

وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا [13]

"اور قرابت داروں، مساکین اور مسافروں کو ان کا حق دو اور فضول خرچی مت کرو"

ایک اور مقام پر فرمایا:

فَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ [14]

"اور قرابت داروں، مساکین اور مسافروں کو ان کا حق دو، وہ ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں"

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ اس ذیل میں لکھتے ہیں کہ یہاں رشتے داروں کے حقوق سے مراد صلہ رحمی، حسنِ معاشرت اور ان کے ساتھ بھلائیاں کرنا ہے اور یہی اکثر مفسرین کا نظریہ ہے اور امام ابوحنیفہ کا قول ہے کہ ہر غنی پر اپنے قریبی رشتے کا نفقہ واجب ہے جبکہ وہ رشتے دار محتاج بچہ ہو، محتاج بالغہ عورت ہو، بوڑھا مرد ہو یا اندھا فقیر ہو۔ اس لئے کہ اس میں جان بچانے کا معاملہ ہے جو کہ نیکی اور صلہ رحمی کی اصل روح ہے [15]۔

ان آیات میں انفاق کا حکم واضح کرتا ہے کہ جب رشتہ دار مفلس، محتاج اور وسائلِ حیات کے لئے ترس رہے ہوں تو اس وقت مالدار کا صرف زکوٰۃ ادا کر کے مطمئن ہا جانا کافی نہیں بلکہ ان کی بنیادی ضروریات کی فراہمی اس پر زکوٰۃ کے علاوہ بھی لازم ہے یہی وجہ ہے کہ ایک اسلامی ریاست میں لوگوں کی زندگیوں کو بچانے اور ان کو بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کے وسائل کی دستیابی کے لئے زکوٰۃ کے علاوہ بھی رقم لی جاتی ہے جس کو ٹیکس کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے جو عند الضرورۃ جائز ہے۔

سوالیوں اور محروم المعیشت لوگوں کا حق

اللہ تعالیٰ کا قرآن پاک میں سوالیوں اور ایسے افراد جن کی کسب مال کے لئے وسائل کی کمی ہے ان پر خرچ کی ترغیب کے حوالے سے فرمان ہے:

وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّاۗىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ [16]

"اور ان کے مالوں میں مانگنے والوں اور محروم المعیشت لوگوں کا حق ہے"

اور اسی مفہوم کی ایک اور آیت میں فرمایا:

وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝۲۴ لِّلسَّاۗىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝۲۵ [17]

"اور وہ کہ جن کے مالوں میں سوالیوں اور محروم المعیشت افراد کا مقررہ حق ہے"

اس آیت کی تشریح میں حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنھا کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے اس آیت (فِيٓ اَمۡوَالِهِمۡ حَقٌّ مَّعۡلُوۡمٌ) کے بارے سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ فِي هَذَا الْمَالِ حَقًّا سِوَى الزَّكَاةِ " وَتَلَا هَذِهِ الْآيَةَ {لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ} [البقرة: 177][18]

"بے شک اس مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے اور پھر آپ ﷺ نے لَیۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡھَکُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ۔۔۔۔الآیۃ آیت کی تلاوت فرمائی"

اس سے واضح ہوا کہ خود رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں آیات سے استدلال فرماتے ہوئے انفاق کا مفہوم زکوٰۃ کے علاوہ لیا ہے۔ سو ان آیات اور احادیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے مالوں میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے جس کو مسلم حکمران بوقتِ ضرورت ان کے مالوں سے جائز ٹیکسز کی صورت میں لے کر ضرورت مند اور محتاج رعایا پر خرچ کرنے کے پابند ہیں۔ اسی کی وضاحت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کا نظریہ سامنے آتا ہے:

"اللہ تعالیٰ نے دولت مندوں کے مال میں اس قدر حق فرض کر دیا ہے جس قدر ان کے فقراء کی کفایت ہو سکے، اور فقراء اگر بھوکے، ننگے اور خستہ حال ہیں تو اس کا سبب یہی ہوتا ہے کہ اغنیاء اس فرض کی ادائیگی نہیں کر رہے"[19]

اس قول نے واضح کر دیا کہ دولت مندوں کے مال میں صرف زکوٰۃ کی بات نہیں ہو رہی بلکہ اس قدر وصولی کی بات ہے جس قدر معاشرے کے ناداروں کو اس کی حاجت ہو جو کہ جائز ٹیکس کی صورت میں ہی ممکن ہے۔ اس کی تائید میں رسول اللہ کا فرمان موجود ہے کہ:

"مَا آمَنَ بِي مَنْ بَاتَ شَبْعَانًا وَجَارُهُ جَائِعٌ إِلَى جَنْبِهِ وَهُوَ يَعْلَمُ بِهِ" [20]

"وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں لایا جس نے خود تو سیر ہو کر رات گزاری اور اس کے پاس اس کا پڑوسی بھوکا رہا حالانکہ وہ اس بات کو جانتا بھی تھا"

اس حدیث میں زکوٰۃ کی ادائیگی کی نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر درس دیا گیا ہے ہر وہ شخص جس کے پاس صرف وافر کھانا موجود ہے مگر اس کا پڑوسی بھوکا ہے تو اس کے لئے حکم یہی ہے کہ وہ اپنے پڑوسی کی بھوک کو مٹانے کا اہتمام کرے۔ اس میں زکوٰۃ کے علاوہ ہی خرچ کرنے کی بات ہیں کیونکہ زکوٰۃ میں نصاب کو دیکھا جاتا ہے پھر سال کے گذرنے کا انتظار ہوتا ہے اور پھر خاص شرح سے خرچ کیا جاتا ہے خواہ اس سے کسی کی بنیادی ضروریات پوری ہوں یا نہ ہوں مگر یہاں ہر

رات کھانا کھاتے وقت اپنے پڑوسیوں کی سیری کو بھی یقینی بناناہو گا ورنہ ایمان محلِ نظر ہو جائے گا جو کہ سخت گرفت کی وعید ہے۔

تاجروں سے عشور ٹیکس کی وصولی

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھا کہ ہمارے مسلمان تاجر جب حربی ممالک میں جاتے ہیں تو وہ ان سے دسواں حصہ وصول کرتے ہیں۔ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو جواباً خط لکھا کہ جس طرح وہ مسلمان تاجروں سے عشور لیتے ہیں تم بھی ان سے وصول کرو اور اہلِ ذمہ سے نصف عشر اور مسلمانوں سے ربع عشر (چالیس پر ایک) لو[21]۔

رسول اللہ ﷺ کے تربیت یافتہ خلیفہ دوم جن کا نظامِ حکومت تمام خلفاء میں مثالی تھا اور آج کے جدید دور میں بھی مشعلِ راہ ہے انہوں نے عشور کے نام سے باقاعدہ ایک ٹیکس کا آغاز کیا جو نہ تو زکوٰۃ و عشر کے ذیل میں آتا تھا اور نہ جزیہ و خراج کے شمار ہوتا تھا بلکہ یہ ٹیکس کی ایک قسم تھی جو کہ قریبی غیر مسلم ریاست کی طرف مسلمان تاجروں پر عائد دسویں حصے کی وصولی کے بدلے کے طور پر غیر مسلم تاجروں سے وصول کیا جاتا تھا جو کہ مبنی بر عدل و انصاف اور اسلامی ریاست کی رِٹ کو قائم کرنے کے لئے تھا۔ اسی طرح ذمی تاجروں سے بیسواں اور مسلمان تاجروں سے چالیسواں حصہ وصول کیا جاتا تھا۔ اگر یہ ناجائز ہوتا تو نہ حضرت عمر اس طرح کا اقدام کرتے اور نہ ہی صحابہ اس کو قبول کرتے بلکہ لازمی ان کی طرف اس اقدام کی مخالفت سامنے آتی دوسری طرف اس مد سے دستیاب وسائل کو عوامی رفاہی امور پر خرچ کر کے وسائل کی مساویانہ تقسیم کو یقینی بنایا گیا۔ اس تمام کا مقصد لوگوں کو سہولتیں فراہم کرنا تھا لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز نے اموی دور کے ٹیکسز کو جب مبنی بر ظلم محسوس کیا تو ان کے خاتمے کا حکم صادر کر دیا جیسا ان کے مسند اقتدار سے سنبھالنے سے پہلے عیسائیت، یہودیت یا مجوسیت کو چھوڑ کر اسلام قبول کرنے والے افراد سے جزیہ کی وصولی اسلام قبول کرنے کے باوجود جاری رکھی جاتی تھی مگر آپ نے خلافت سنبھالتے ہی اس ناجائز اور ظالمانہ جزیہ کا خاتمہ کر دیا[22]۔ اس سے معلوم ہوا کہ ٹیکس کی وصولی کا عصری تناظر میں اسلامی تصور یہی ہے کہ اس ذیل میں کسی کو ظلم کا نشانہ نہ بنایا جائے بلکہ نہایت ہی اشد ضرورت میں یہ اقدام کیا جائے۔

تاجروں اور سمندری جہازوں پر ٹیکس:

عباسی دور میں بھی تاجروں کے مالوں اور بحری جہازوں پر سامان لدے سامان کا دسواں حصہ بطور ٹیکس وصول کیا جاتا تھا جیسے ایک سو ستانوے ہجری میں عراق میں محاصرے کے دوران تاجروں اور سمندری جہازوں سے دسویں حصے کی وصولی کا معاملہ امام طبری بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ویعشر أموال التجار ویجبي السفن [23]

"تاجروں اور سمندری جہازوں سے دسواں حصہ وصول کیا جاتا تھا"

لیکن واثق باللہ نے سمندری جہازوں کے ٹیکس کو ختم کر دیا۔ امام طبری نے اس بارے لکھا ہے:

وفيها أمر الواثق بترك جباية أعشار سفن البحر[24]

"اور اس معاملہ میں واثق نے حکم دیا کہ بحری جہازوں کے سامان کے دسویں حصہ کی وصولی کو ترک کر دیا جائے"

اس سے معلوم ہوا کہ عباسی دور میں تاجروں کے مالوں اور بحری جہازوں پر لدے سامان سے بھی دسواں حصہ وصول کیا جاتا تھا لیکن واثق باللہ نے بحری جہازوں کے سامان پر ٹیکس کا خاتمہ کیا لیکن تاجروں پر ٹیکس جاری رہا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ عباسی دور بحری جہازوں پر ٹیکس کی نئی صورت متعارف کروائی گئی لہذا آج بھی عصری تناظر میں اس کا نفاذ ظلم نہیں بلکہ عین قرینِ مصلحت ہو گا۔

ٹیکس کی قسم مستغلات کا نفاذ

مستغلات سے مراد وہ ٹیکس ہیں جو سرکاری زمینوں پر بنائے جانے والے بازاروں، مکانوں اور پن چکیوں سے وصول کئے جاتے ہیں۔ خلیفہ منصور کے حوالے سے امام بلاذری لکھتے ہیں:

"وجعل مجمع الأسواق بالكرخ وأمر التجار فابتنوا الحوانيت وألزمهم الغلة" [25]

"اس نے کرخ میں مارکیٹیں بنوائیں اور تاجروں کو ان میں سٹور بنانے کا کہا اور ان پر ٹیکس عائد کر دیا"

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حکومتی سطح سرکاری زمینوں کو بیکار چھوڑنے کی بجائے اس طرح کارآمد مصارف میں استعمال کر کے کرایہ یا ٹیکس کی صورت میں مستقل آمدن کا ذریعہ بنایا جاسکتا ہے جیسا کہ ملک پاکستان میں آرمی اور رینجرز کے مختلف منصوبہ جات ان اداروں کی مستقل آمدن کا ذریعہ ہیں اسی طرح جرمنی میں ریلوے ٹریک کے اردگرد اراضی کو زرعی مقاصد کے لئے استعمال کر کے نہ صرف ملکی ضروریات کو پورا کیا جارہا ہے بلکہ وہاں سے حاصل پیداوار دوسرے ممالک میں برآمد بھی کیا جارہا ہے جو کہ سرکاری آمدن کا مستقل ذریعہ ہیں۔ پاکستان میں بھی آج ریلوے کی کروڑوں ایکڑ اراضی بیکار چھوڑنے کی بجائے خلیفہ منصور کی سکیم کو اپناتے ہوئے ٹیکس اور آمدن کا ذریعہ بنایا جاسکتا ہے۔

خاص منصوبہ جات کے لئے ٹیکس کا نفاذ

عباسی خلیفہ منصور نے اہلِ کوفہ کو خندق کی کھدائی کے اخراجات پورا کرنے کے لئے ہر شخص پر چالیس درہم عائد کئے تاکہ اس منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جاسکے اس حوالے سے امام بلاذری لکھتے ہیں:

أخذ المَنْصُور أهل الكوفة بحفر خندقها وألزم كل امرئ منهم للنفقة عَلَيْهِ أربعين درهما [26]

"خلیفہ منصور نے اہل کوفہ کو خندق کھودنے پر مامور کیا اور ہر شخص پر اس خرچ کو پورا کرنے کے لئے چالیس درہم لازم کئے"

اس سے معلوم ہوا کی خاص منصوبہ جات کی تکمیل اور ان کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے حکومت عوام پر خصوصی ٹیکس کا نفاذ بھی کر سکتی ہے لیکن اس کے لئے شرط ہے کہ یہ منصوبہ مفادِ عامہ کے لئے ہو جیسے پاکستان نیلم جہلم ہائیڈل پراجیکٹس کے لئے بجلی کے ہر بل میں ایک خاص ٹیکس لگا دیا گیا اور واپڈا کے صارفین کئی سال سے یہ ٹیکس ادا کر رہے ہیں۔ اسی طرح سیلاب، زلزلہ اور کرونا کی صورت میں ہنگامی امداد کے لئے بھی سرکاری ملازمین کی ماہانہ تنخواہوں سے کٹوتیاں کی جاتی رہی ہیں جو کہ فلاحی معاملات کے لئے تھیں نہ جور و جفا کے لئے۔

ٹیکس کے نفاذ کی شرائط:

ڈاکٹر وھبۃ زحیلی نے نفاذِ ٹیکس کے جواز کی درج ذیل چار شرائط کا ذکر کیا ہے[27]:

i. ٹیکس مملکت کی حقیقی حاجت کو پورا کرنے کے لئے ہو اور اس کو پورا کرنے کے اور ذرائع نہ ہوں؛

ii. ٹیکس کا نفاذ ادائیگی کے قابل تمام لوگوں پر کیا جائے اور اس میں کوئی تفریق نہ کی جائے؛

iii. یہ ٹیکسز مصالحِ عامہ پہ ہی صرف کئے جائیں؛ اور

iv. اس طرح کے ٹیکسز کے نفاذ کا یہ فیصلہ اہل شوریٰ اور اہل الرائے کی موافقت سے ہو۔ اس لئے کہ بنیادی طور پر عوام اس طرح کی ذمہ داریوں سے بری ہیں اور بلا سبب شرعی ان کا مال لینا حرام ہو گا۔

ان بنیادی شرائط کو پورا کئے بغیر ٹیکسز کا نفاذ درست نہیں ہو گا اور اس نفاذ کے فیصلہ کی اہلیت آج کے دور ارکانِ پارلیمنٹ میں جو کہ قانون سازی کا اختیار رکھتے ہیں لہذا ان پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ حکومت کی حقیقی ضرورت کو سامنے رکھ کر ہی ٹیکسز کا نفاذ کریں۔ یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ ملکِ پاکستان میں ٹیکسز کا بوجھ کروڑوں کی آبادی چند لاکھ افراد پر ہی ڈالا جاتا ہے اور اہل ثروت بڑے بڑے تجارتی مراکز چلانے، بڑی بڑی گاڑیاں استعمال کرنے اور دیگر قیمتی جائیدادوں کے مالک ہونے کے باوجود ٹیکس نیٹ سے باہر ہیں۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ عوام الناس پر نئے سے نئے ٹیکسز عائد کرنے کی بجائے ایسے افراد کو ٹیکس نیٹ میں لایا جائے اور ان کو اپنی جائیدادوں اور کاروبار کو ظاہر کرنے اور ان پر لاگو ٹیکس ادا کرنے کا پابند کیا جائے اور اہم ترین شرط کہ یہ ٹیکس مفادِ عامہ کے لئے ہی استعمال ہوں کو پورا کیا جائے اور حکمران اس کو اپنے تعیشات پر یا دیگر غلط استعمال کرنے سے گریز کریں تا کہ لوگوں کی یہ امانت صحیح مصارف پہ خرچ ہو اور ٹیکس دہندگان کا اعتماد بحال ہو اور وہ ٹیکس برضا و رغبت ادا کریں۔

زکوٰۃ اور ٹیکس میں فرق

عصرِ حاضر کے عظیم فقیہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی اس سوال کے جواب میں کہ کیا حکومت کو ادا کیا گیا ٹیکس زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے بھی کافی ہو گا؟ کے جواب میں کہا کہ ٹیکس زکوٰۃ کی ادائیگی کا بدل بالکل بھی نہیں ہو گا اور اس کے بعد انہوں نے زکوٰۃ اور ٹیکس کے درمیان درج ذیل چھ فرق بیان کئے[28]:

أ. زکوٰۃ مسلمان پر اللہ تعالیٰ کے شکر اور حصولِ قرب کے لئے فرض ہے جبکہ ٹیکس میں عبادت و قربت کا معنی نہیں ہے؛

ب. زکوٰۃ میں نیت شرط ہے جبکہ ٹیکس میں ایسا معاملہ نہیں ہے؛

ج. زکوٰۃ شرعی طور پر مقرر حق ہے جبکہ ٹیکس ریاست کی ضرورت کے مطابق ہوتا ہے؛

د. زکوٰۃ دائمی حق ہے جبکہ ٹیکس وقتی اور حسبِ حاجت ہے؛

ہ. زکوٰۃ کے مصارف آٹھ ہیں جبکہ ٹیکس کے مصارف ریاست کے عمومی اخراجات ہیں؛

و. زکوٰۃ کے اجتماعی اور روحانی اہداف و مقاصد ہیں جبکہ ٹیکس میں یہ اہداف نہیں ہوتے۔

اس سے واضح ہوا کہ زکوٰۃ اور ٹیکس مختلف امور ہیں۔ ریاست کے استحکام اور عوامی فلاح و بہبود کے لئے ضرورت کے مطابق ٹیکسز کا نفاذ کیا جاتا ہے اور قرآن حکیم میں جائز امور میں اولوا الامر کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے[29]۔ اس لئے ٹیکسز کی ادائیگی بالکل غیر شرعی معاملہ نہیں ہے بلکہ یہ ریاستی حق ہے جس کی ادائیگی شہریوں پر لازم ہے۔ اس ضمن میں پاکستان میں انکم ٹیکس کے باقاعدہ قوانین وضع کئے گئے۔

انکم ٹیکس آرڈیننس 2001 کے اہم نکات:

انکم ٹیکس آرڈیننس 2001 میں پاکستانی حکومت کو چلانے کے لئے شہریوں پر ٹیکس کے نفاذ کے جو ضوابط وضع کئے گئے ان کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

1. قابلِ ٹیکس آمدنی:

اس آرڈیننس کے تحت درج ذیل امور پر ٹیکس لازم ہوتا ہے[30]:

1. تنخواہ
2. جائیداد سے آمدنی (کرایہ وغیرہ)
3. کاروبار سے آمدنی
4. حکومتی اداروں کی خریداری
5. سیلز ٹیکس

2. ٹیکس مستثنیات:

اس آرڈیننس میں درج ذیل امور پر ٹیکس نہیں ہے[31]:

1. زرعی آمدن
2. سفارت کار اور اقوامِ متحدہ کے اہلکاروں کی آمدن
3. غیر ملکی حکومتی اہلکاروں کی آمدن
4. بین الاقوامی معاہدات کے تحت مستثنیات
5. صدارتی اعزازات کے تحت مستثنیات
6. قرض پر منافع جات
7. سکالر شپس
8. امدادی رقوم
9. وفاقی، صوبائی اور بلدیاتی حکومتوں کی آمدن

3. ٹیکس کریڈٹس:

اس آرڈیننس کے مطابق درج ذیل امور پر خرچ کی ہوئی رقم کو ٹیکس کی رقم سے منہا کر دیا جائے گا[32]:

1. خیراتی عطیات: پاکستان میں تعلیمی بورڈ یا یونیورسٹی پر خرچ، وفاقی، صوبائی اور بلدیاتی حکومتوں کے تحت قائم کردہ تعلیمی اداروں، ہسپتالوں یا ریلیف فنڈ میں رقم دینا اور کسی بھی غیر منافع بخش تنظیم پر خرچ؛
2. شیئرز اور انشورنس میں سرمایہ کاری
3. منظور شدہ پنشن فنڈ میں حصہ
4. سرمایہ کاری
5. نئے صنعتی منصوبہ جات وغیرہ

اس آرڈیننس میں ٹیکس مستثنیات پر از سرِ نو غور کرنے کی ضرورت ہے۔ زرعی ٹیکس میں اگر استثناء دینا ہے تو دس ایکڑ سے کم مالکان کو رعایت دی جائے اور باقیوں سے ان کی آمدن کے مطابق ٹیکس لیا جائے اور اس مقصد کے لئے زرعی اراضیوں پر حکومتی اہلکاروں کا تعین کیا جائے۔ اسی طرح صدارتی اعزازات کا معاملہ بھی محلِ نظر ہے اور خاص طور ٹیکس کریڈٹس کی آڑ میں مراعات طبقہ بعض اداروں میں اپنی ڈونیشن ظاہر کر کے ٹیکس سے بری الذمہ ہو جاتا ہے اور اپنی اصل آمدن کو چھپا لیتا ہے جو کہ قومی نقصان کا باعث ہے۔ اسی طرح اس حیلہ سے ایسے طبقہ کے کاروباری

اداروں کی تشہیر بھی ہوتی ہے اور حکومتی سطح پر ان کی نیک نامی کے چرچے ہوتے ہیں مگر وہ حقیقتاً وہ عطیات ٹیکس کریڈٹس کے تحت حکومت کی حقیقی آمدن میں کمی کا سبب بھی بن جاتے ہیں۔

نتائج بحث:

فلاحی ریاست کے استحکام میں ٹیکس کے کردار کے حوالے سے اس تحقیقی بحث کے چند اہم نتائج حسبِ ذیل ہیں:

- ٹیکس وہ رقم ہے جو حکومت مفادِ عامہ کے لئے شہریوں سے وصول کرتی ہے عربی میں اس کے ضریبہ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ مکس کی عربی اصطلاح ظالمانہ اور غیر منصفانہ ٹیکس کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔
- قرآن حکیم کے مطابق زکوٰۃ کے علاوہ بھی مختلف مدات میں اللہ تعالیٰ کی راہ خرچ کرنے کا حکم ملتا ہے جس کا مقصود محروم المعیشت افراد کی کفالت ہوتا ہے۔ یہ آیات جائز ٹیکس کے نفاذ کے جواز کی بنیاد فراہم کرتی ہیں۔
- احادیث کے مطابق مسلمانوں کے مالوں میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق کا ذکر ہے جو کہ جائز ٹیکس کی واضح بنیاد ہے۔
- دورِ فاروقی میں غیر مسلم تاجروں سے عشر، ذمی تاجروں سے نصف عشر اور مسلمان تاجروں سے ربع عشر کے نام سے جائز ٹیکس کا آغاز ہوا۔
- عباسی دور میں تاجروں، بحری جہازوں کے مالوں سے عشر اور سرکاری مارکیٹوں پر نئے ٹیکسوں کا آغاز کیا گیا۔
- عباسی دور میں ہی خلیفہ منصور نے خندق کھودنے کے موقع پر اہلِ کوفہ پر خصوصی ٹیکس عائد کیا جو کہ جائز ضروریات کو پورا کرنے کے لئے خصوصی ٹیکس کے نفاذ کی دلیل ہے۔
- جائز ٹیکس کی فقہاء نے شرائط بیان کی ہیں جن کی عدمِ پاسداری کی صورت میں وہ ٹیکس ناجائز شمار ہوگا۔
- زکوٰۃ اور ٹیکس دو مختلف امور ہیں ان کو خلط ملط کرنا درست نہیں بلکہ ان دونوں کے احکام الگ الگ ہیں لیکن جائز ٹیکس کی ادائیگی کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی صورت میں حکمران کے جائز احکام کی اطاعت بھی کرتے اور اس کے ذریعے خدمتِ خلق بھی ہوتی ہے۔

تجاویز وسفارشات

اس تحقیقی بحث کی روشنی میں چند ایک تجاویز وسفارشات حسبِ ذیل ہیں:

- ٹیکس کے بارے میں عوام الناس کو صحیح آگہی فراہم کی جائے کہ یہ بوجھ نہیں بلکہ یہ بھی ایک طرح سے کتاب وسنت کے احکامات کی بجا آوری ہے۔
- پاکستانی حکومت کو چاہئے کہ مفادِ عامہ کے لئے ٹیکس نافذ کرے اور مفادِ عامہ کے امور پر ہی ان کو خرچ کرے تا کہ ٹیکس دہندگان کا اعتماد حکومت اور حکومتی اداروں پر بحال ہو اور وہ برضا و رغبت ٹیکس ادا کریں۔

- پارلیمنٹ کو موجودہ ٹیکس آرڈیننس میں نظر ثانی کرتے ہوئے ٹیکس کی رعایت کو محدود کرنا چاہئے جیسے زرعی آمدنی کو بھی عمومی آمدنی میں شمار کیا جائے اور کم از کم دس ایکڑ کی ملکیت کی شرط رکھ دی جائے۔ اس سے ٹیکس نیٹ میں وسعت آئے گی۔ اسی طرح ٹیکس کریڈٹس پر بھی نظر ثانی ضرورت ہے تا کہ یہ طریقہ ذاتی تشہیر اور ٹیکس سے گریز کے رجحان کا سبب نہ بنے تا کہ پاکستان ایک مستحکم اسلامی فلاحی ریاست بن سکے۔

حواشی و حوالہ جات

1. Oxford Dictionery,18th Edition, Oxford University Press, P:1585

2۔ ابن منظور افریقی، محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، 1414ھ، 1/550

3۔ عظیم آبادی، محمد شمس الحق، عون المعبود علیٰ سنن ابی داؤد، دار لکتب العلمیۃ بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، 1415ھ، 8/111

4۔ نووی، محی الدین یحیٰ بن شرف، المنہاج شرح صحیح مسلم، داراحیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، 1392ھ، 11/31

5۔ ملا علی قاری، علی بن سلطان، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، دار الفکر، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولیٰ 1422ھ-2002م، 6/2337

6۔ ایضا

7۔ احمد بن حنبل، امام، المسند، محقق: شعیب الأرنؤوط وآخرون، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، لبنان، 1421ھ-2001م، حدیث نمبر: 17001، 28/211

8۔ البقرۃ، 2:177

9۔ رازی، فخر الدین محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، 1420ھ، 5/215-216

10۔ قرطبی، محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن، دار الکتب المصریۃ، القاھرۃ، الطبعۃ الثانیۃ، 1384ھ-1964م، 2/242

11۔ رشید رضا، تفسیر المنار، الھیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، قاہرہ، مصر، 1990م، 2/94

12۔ وھبۃ الزحیلی، التفسیر المنیر، 2دار الفکر المعاصر، دمشق، شام، الطبعۃ الثانیۃ، 1418ھ، 2/101

13۔ الاسراء: 17/26

14۔ الروم: 30/38

15۔ پانی پتی، قاضی ثناء اللہ، التفسیر المظہری، مکتبۃ الرشیدیۃ، باکستان، 1412ھ، 5/433

16۔ الذاریات: 51/19

17۔ المعارج: 70/24-25

18۔ بیہقی، احمد بن حسین، السنن الکبریٰ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، الطبعۃ الثالثۃ، 1424ھ-2005م، رقم الحدیث: 7242، 4/142

19۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، 7/23

20۔ طبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر، مکتبۃ ابن تیمیۃ، القاھرۃ، الطبعۃ الاولیٰ، 1415ھ-1994م، رقم الحدیث: 751، 1/259

21۔ ابو یوسف، یعقوب بن ابراھیم، الخراج، المکتبۃ الازھریۃ للتراث، مصر، 1/149

22۔ مصری، عبد اللہ بن عبد الحکم، سیرت عمر بن عبد العزیز، عالم الکتب، بیروت، لبنان، الطبعۃ السادسۃ، 1404ھ-1984م، 78-79

23۔ طبری، محمد بن جریر، تاریخ الرسل والملوک، دار التراث، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، 1387ھ، 8/445

24۔ ایضا، 9/150

25۔ بلاذری، احمد بن یحیٰ، فتوح البلدان، دار و مکتبۃ الھلال، بیروت، 1988م، ص289

26۔ بلاذری، فتوح البلدان، ص283

27۔ وھبۃ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دالفکر، دمشق، الطبعۃ الرابعۃ، 7/5002

28۔ وھبۃ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، 3/1979

29۔ النساء، 59:4

30۔ انکم ٹیکس آرڈیننس 2001، ترمیم شدہ 31 اکتوبر 2018، فیڈرل بورڈ آف ریونیو، اسلام آباد، 23-64

31۔ ایضا، 65-78

32۔ ایضا، 79-87